مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

خطبہ استقبالیہ

از

پروفیسر اے۔ ایم۔ پٹھان

وائس چانسلر

پہلا جلسۂ تقسیم اسناد

منعقدہ 5 اگست 2005ء

خطبۂ استقبالیہ

از

پروفیسر اے ایم پٹھان

وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

عالی قدر بھارت رتن ڈاکٹر اے ۔ پی ۔ جے ۔عبدالکلام، صدر جمہوریۂ ہند اور یونیورسٹی کے وزیٹر، معروف سائنس داں اور یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عبید صدیقی، آندھرا پردیش کے وزیر اعلیٰ عزت مآب ڈاکٹر وائی ۔ ایس ۔ راج شیکھر ریڈی، ڈی لٹ کے اعزازی ڈگری یافتگان ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور جناب سید حامد (آئی ۔اے ۔ایس)، اراکین ایکزیکیٹو کونسل، اکیڈمک کونسل، معزز مہمان، خصوصی طور پر مدعو خواتین و حضرات، یونیورسٹی کے تدریسی و غیر تدریسی رفیق کار، طلبا و طالبات اور اولیائے طلبا!

یہ میرے لیے نادر عزت افزائی اور سعادت کی بات ہے کہ میں ایک تاریخی اور پُرمسرت موقع پر آج حیدرآباد میں منعقد ہونے والے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کے پہلے جلسۂ تقسیم اسناد کو مخاطب کر رہا ہوں۔ کسی بھی یونیورسٹی کی تاریخ میں یہ لمحہ باعث افتخار

ہوتا ہے جب وہ پہلا جلسۂ تقسیم اسناد منعقد کرتی ہے کیونکہ یہ واقعہ ایک مقام اکتساب کی کامرانیوں کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی سماجی خدمات کو اپنے تمام خیر خواہوں کے لیے ریکارڈ پر لانے میں کوشاں ہوتا ہے۔ ایک اور منفرد پہلو یہ ہے کہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار اُردو زبان کے ذریعے آرٹس‘ کامرس اور سائنس کی فیکلٹیوں کے تحت جدید خیالات‘ عصری ضروریات اور اعلیٰ تعلیم کے مضامین کے تقریباً چار ہزار گریجویٹس تیار ہیں کہ انہیں مختلف ڈگریاں پیش ہونے والی ہیں...... ایک کارنامہ‘ جس کا اعادہ تقریباً آٹھ دہائیوں کے بعد ہو رہا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے طیلسانین پہلی بار 1921ء سے 1948ء تک کامیاب ہوتے رہے تھے۔

اب میں اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے معزز مہمانوں کا تعارف کرواتا ہوں اور انہیں اس لائق تعظیم اجتماع میں پیش کرتا ہوں۔ یونیورسٹی کے لیے یہ خوش بختی کا باعث اور مسرت افزا لمحہ ہے کہ اس کے وزیٹر ذی وقار بھارت رتن عالی جناب ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام‘ صدر جمہوریۂ ہند آج ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہزا کسلنسی محتاج تعارف نہیں ہیں کہ ملک کے لیے آپ کے کارنامے اور خدمات ظاہر ہیں اور آپ کی مشفقانہ شخصیت نے آپ کو سب سے زیادہ محبوب اور معزز پہلا شہری بنا دیا ہے۔

15 اکتوبر 1931ء کو رامیشورم‘ ٹامل ناڈو میں پیدا ہوئے ڈاکٹر اوُل پکیر زین العابدین عبدالکلام نے مدراس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی سے ایرونا ٹیکل انجینئرنگ میں تخصیص حاصل کی۔ ڈاکٹر عبدالکلام نے پروجکٹ ڈائرکٹر کی حیثیت سے ہندوستان کے

پہلے کامیاب مقامی سٹیلائٹ لانچ وہیکل (SLV-III) کے تیار کرنے میں نمایاں حصہ ادا کیا، جس نے جولائی 1980 میں روہنی سٹیلائٹ کو زمینی مدار میں کامیابی کے ساتھ داخل کیا اور ہندوستان کو مخصوص اسپیس کلب کا ممبر بنا دیا۔ انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن (ISRO) لاؤنچ وہیکل پروگرام کے ارتقا اور خاص طور سے پولار سٹلائیٹ لانچ وہیکل (PSLV) کے اجزا کی ترتیب کے آپ ہی روح رواں تھے۔ دو دہائیوں تک ISRO میں خدمات انجام دینے کے بعد ڈاکٹر کلام انٹگریٹڈ گائیڈڈ میزائل ڈیولپمنٹ پروگرام کے چیف ایکزیکیٹو کی حیثیت سے ڈیفنس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن (DRDO) سے وابستہ ہو گئے۔ انہوں نے اگنی اور پرتھوی میزائلوں کی تیاری اور انہیں سرگرم بنانے کے ساتھ ساتھ متعدد اداروں کے باہمی تال میل کے ذریعے نازک تکنالوجیوں میں مقامی صلاحیت پیدا کرنے میں نمایاں رول ادا کیا۔ وہ جولائی 1992 سے دسمبر 1999 تک وزیر دفاع کے مشیر اور محکمہ دفاعی تحقیق و ترقی کے سکریٹری تھے۔ اس دوران انہوں نے محکمہ ایٹمی توانائی کے اشتراک سے حکمت عملی پر مبنی میزائل نظام کی ہتھیار سے آراستگی اور پوکھران II نیوکلیائی ٹسٹ کی قیادت کی، جس نے ہندوستان کو نیوکلیائی اسلحہ کی مملکت بنا دیا۔

تکنالوجی انفارمیشن، پیشن گوئی اور تجزیاتی کونسل (TIFAC) کے چیرمین کی حیثیت سے ڈاکٹر کلام نے 500 ماہرین کے تعاون سے تکنالوجی ویژن 2020 کی تیاری میں ملک کی قیادت کی، جس سے ہندوستان کے ایک ترقی یافتہ ملک میں تبدیلی کے

لیے ایک نقش راہ فراہم ہوا۔ڈاکٹر کلام نے بہ اعتبار عہدہ چیرمین سائنٹفک ایڈوائزری کمیٹی برائے کابینہ' نومبر 1999 سے نومبر 2001 تک کابینی وزیر کے رتبے میں حکومت ہند کے پرنسپل سائنسی مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور ''انڈیا ملینیئم مشن 2020'' کی قیادت کی۔انہوں نے اپنی اکیڈمک جستجو کی اگلی منزل کے طور پر نومبر 2001ء میں انّا یونیورسٹی چنئی میں پروفیسر تکنالوجی اور سوسائٹل ٹرانسفارمیشن کی مصروفیت قبول کرلی۔

ڈاکٹر کلام کے ادبی مشغلوں میں' ان کی کئی تصانیف اور مضامین ہیں جن میں سے کئی ہندوستان میں زبان زدِ خاص و عام نام ہیں جیسے: ''ونگس آف فائر'' ۔''انڈیا 2020۔اے ویژن فار دی نیو ملینیم'' ۔''مائی جرنی'' اور ''لومینس اسپارکس'' دونوں ان کے شعری مجموعے ہیں' ''اگنیٹڈ مائنڈز'' ''انویژننگ این امپاورڈ نیشن' تکنالوجی فار سوسائٹل ٹرانسفارمیشن'' ۔ڈاکٹر کلام ہندوستان کے ان نامور سائنس دانوں میں سے ایک ہیں جنہیں 30 یونیورسٹیوں اور اداروں سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں حاصل ہونے کا منفرد اعزاز ملا۔انہیں پدما بھوشن (1981)' پدماو بھوشن (1990) اور اعلیٰ ترین سیویلین ایوارڈ بھارت رتن (1997) عطا ہو چکا ہے۔انہیں بے شمار پروفیشنل اداروں کے فیلو اور دیگر کئی طرح کے اعزازات حاصل ہو چکے ہیں۔

ہزاکسلنسی صرف سائنسی کارناموں کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ اپنی ہمدردانہ اور سادہ شخصیت کے باعث بھی جانے جاتے ہیں جس سے وہ اس عظیم ملک کے ہر شہری تک پہنچنے اور انہیں محسوس کرنے کا موقع ملتا ہے۔ہم سب اصلاح کے لیے ان کے گرم جذبات'

''روشن ہندوستان'' کے لیے ان کے عظیم الشان' قابل قدر اور حسین خواب سے خوب واقف ہیں۔ وہ ہندوستان جو خود کی دوبارہ توضیح کر رہا اور نئی سمت کی طرف رواں ہو چکا ہے تا کہ آج کرۂ ارض پر اہم مقام حاصل کر سکے...... وہ مقام جو اسے صدیوں سے اس کی دانائی' رواداری اور انسان دوستی کی وجہ سے ہمیشہ حاصل رہا ہے۔ ڈاکٹر کلام نے ہم کو بتایا ہے کہ ہم خودشناسی کے ذریعے اور اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کہ ہم میں سے ہر ایک پر' فخر اور عزت کے ساتھ اپنے ملک کے لیے فرائض ادا کرنے کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے' ملک کی حقیقی صلاحیتوں سے کس طرح آگاہ ہو سکتے ہیں اور بہترین طریقہ اس کا یہ ہے کہ ملک کے کونے کونے میں تعلیم اور ہنر کی روشنی کو پھیلائیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی میں اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس عظیم کام کے منفرد پہل کار ہیں کیونکہ مختلف طرح کے بے سروساماں اور بے وسیلہ ہزاروں اُردو پڑھنے والوں تک پہنچنے' ان سے قریب ہونے اور تعلیم کے ذریعے انہیں ایک عظیم حرکیاتی قومی دھارے میں دوبارہ جوڑنے کی ہم کوشش کرتے ہیں۔ آپ کی آج یہاں ہمارے ساتھ موجودگی ہمیں توانائی اور ویژن عطا کرتی ہے تا کہ خود کو نئی قوت و ارادے کے ساتھ اس عظیم اور پر از چیلنج منزل تک پہنچے کے لیے دوبارہ وقف کر سکیں۔ اور ہم آپ ہی کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ اپنی قیادت اور وسعت نظر کے ذریعے ہماری رہنمائی فرمائیں۔

میں اب یونیورسٹی کے قابل احترام چانسلر پروفیسر عبید صدیقی کا تعارف کرواتا ہوں۔ پروفیسر صدیقی رائل سوسائٹی کے فیلو اور مالیکیولر بیالوجی' بی ہیوئیر جینیٹکس اور نیورو

بیالوجی کے نامور سائنس داں ہیں۔ وہ نیشنل سنٹر فار بیالوجیکل سائنس TIFR بنگلور کے بانی ڈائرکٹر ہیں اور جہاں وہ اب پروفیسر امیریٹس ہیں۔ پروفیسر صدیقی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور 1954 میں وہاں اور یونیورسٹی آف گلاسکو میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ انہوں نے کولڈ اسپرنگ ہاربر لیبارٹری' نیویارک' یونیورسٹی آف پینی سلویا' یالے یونیورسٹی کیمبرج کی مالیکیولر بیالوجی کی لیبارٹری میں کام کیا۔ 1962 میں وہ ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ ممبئی سے وابستہ ہوگئے۔ پروفیسر صدیقی میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی اور Gosney فیلو اور اس کے بعد کیلی فورنیا میں شرمن فیر چائلڈ میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ Clare Hall کیمبرج کے لائف ممبر ہیں۔

انڈین اکیڈمی آف سائنس کے سابق صدر' پروفیسر صدیقی انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی' نیشنل اکیڈمی آف سائنسز' دی رائل سوسائٹی آف لندن اور تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز Trieste کے فیلو ہیں۔ پروفیسر صدیقی کو شانتی سروپ بھٹناگر ایوارڈ' آر یہ بھٹ میڈل' برلا سمارک کوش ایوارڈ برائے بایو میڈیکل ریسرچ اور پدما بھوشن کے اعزازات حاصل ہو چکے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور بنارس ہندو یونیورسٹی سے ڈی۔ ایس سی کی اعزازی ڈگریاں مل چکی ہیں۔ پروفیسر صدیقی ہندوستان کی کئی یونیورسٹیوں کی گورننگ باڈیز میں ہیں اور اپنے شعبے میں ایک سو سے زیادہ مضامین شائع کروا چکے ہیں۔ یہ خوش نصیبی اور فخر کی بات ہے کہ اس یونیورسٹی کے وہ چانسلر ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کی رہنمائی اور دانش مندی سے یونیورسٹی وسیع طور پر استفادہ کرے گی۔

عزت مآب چیف منسٹر آندھرا پردیش ڈاکٹر وائی ایس راج شیکھر ریڈی نہ صرف حیدرآباد یا آندھرا پردیش بلکہ ملک کی محبوب اور مشہور شخصیت ہیں۔ وہ ایک ہوشیار سیاست داں اور کرشماتی عوامی لیڈر ہیں جنہوں نے پسماندہ طبقات کی بہتری اور سوسائٹی کے نظرانداز طبقات کی بہبودی کے لیے اپنی مثالی گرویدگی اور ریاضت کے ذریعے ریاست کی سیاست میں الگ جگہ بنالی ہے۔ 8 جولائی 1949ء کو رائل سیما کے پسماندہ علاقے' پلی وینڈولا میں پیدا ہوئے اور ہمیشہ غریبوں اور مراعات سے محروم لوگوں کے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے رہے۔ ایم آر میڈیکل کالج گلبرگہ اور ایس وی میڈیکل کالج تروپتی سے میڈیکل تعلیم مکمل کرنے کے بعد جملا مڈگو مشن ہاسپٹل میں میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے مختصر عرصے کے لیے کام کرتے رہے۔ 1973 میں انہوں نے 70 بستروں کا چیریٹیبل ہاسپٹل اپنے والد آنجہانی وائی ایس راج ریڈی کے نام سے پلی وینڈولا میں قائم کیا۔ ان کے خاندان نے پلی وینڈولا میں ایک پالی ٹکنک اور ایک ڈگری کالج قائم کیا جسے بعد میں مشہور لویولا گروپ کے اداروں کے حوالے کردیا گیا۔

ڈاکٹر ریڈی نے 1978 میں عملی سیاست میں قدم رکھا اور اسٹیٹ لجسلیٹیو اسمبلی میں داخلے کے لیے چار مرتبہ انتخابات میں حصہ لیا اور اتنی ہی مرتبہ انہوں نے پارلیمانی چناؤ لڑے۔ اپنے 25 سالہ طویل سیاسی کیریئر میں حکومت اور پارٹی دونوں میں انہوں نے کئی حیثیتوں سے عوامی خدمت کے کام انجام دیے۔ وہ آندھرا پردیش کانگریس کمیٹی کے دوبار 1985-1983 اور 2000-1998 میں صدر رہے۔ 1983-1980 میں وہ وزیر

تھے اور دیہی ترقی، میڈیکل وہیلتھ اور تعلیم وغیرہ جیسے اہم قلمدان ان کے تفویض تھے۔ 1999 سے 2004 تک گیارہویں اسٹیٹ اسمبلی میں قائد اپوزیشن تھے اور مئی 2004 میں وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش منتخب ہوئے۔

اب میں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگریاں حاصل کرنے والی شخصیتوں ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور جناب سید حامد کا تعارف کروانا چاہوں گا۔ دونوں اُردو دنیا کی نامور شخصیتیں ہیں اور عوامی زندگی اور ادب میں شہرت رکھتے ہیں۔ ترقی پسند ادیبوں میں مایہ ناز ڈاکٹر راج بہادر گوڑ 1918 میں پیدا ہوئے۔ مجاہد آزادی کا انہیں اعزاز حاصل ہے اور ان کو اپنے میدان میں بڑی عزت اور ناموری ملی۔ مشہور اور ہر دلعزیز ٹریڈ یونین لیڈر رہونے کے علاوہ وہ پہلی راجیہ سبھا کے رکن، قومی کونسل برائے فروغ زبان اُردو کے وائس چیرمین رہ چکے اور انجمن ترقی اُردو ہند کے صدر ہیں۔ وہ عزیز قریشی کمیٹی کے رکن بھی تھے جو حکومت ہند نے اردو یونیورسٹی کے قیام کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔ ڈاکٹر گوڑ متعدد اُردو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف عوامی اور قومی مسائل پر بے شمار مضامین لکھ چکے ہیں۔

جناب سید حامد انڈین ایڈمنسٹریٹیو سروس سے وابستہ نمایاں سیول سرونٹ ہیں۔ آپ نے ریاستی اور مرکزی حکومتوں میں ڈپٹی سکریٹری، جوائنٹ سکریٹری اور ایڈیشنل سکریٹری کی حیثیتوں سے کام کیا ہے۔ اسٹاف سلکشن کمیشن کے پہلے صدر نشین ہونے کا اعزاز بھی انہیں ملا۔ باوقار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور حال میں جامعہ ہمدرد

یونیورسٹی کے چانسلر کی حیثیت سے ان کی خدمات کے بعد اکیڈمک دنیا میں اجنبی نہیں رہے۔ انگریزی کے علاوہ وہ اُردو اور فارسی پر خوب عبور رکھتے ہیں۔

میں سابق ممبر پارلیمنٹ جناب عزیز قریشی اور یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر پروفیسر محمد شمیم جیراجپوری کا تذکرہ بھی کرنا چاہوں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ یونیورسٹی کے قیام میں بہت قریب سے وابستہ رہنے والے یہ دونوں حضرات آج اس تاریخی موقع پر ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ جناب قریشی 1992 میں لسانی کمیشن کے تحت تشکیل شدہ ٹاسک فورس کے صدر نشین تھے جس کا مقصد اُردو یونیورسٹی کی ضرورت' انتظامی ڈھانچے اور مالی ذمہ داری کا جائزہ تھا۔ ان کی کمیٹی کی رپورٹ کو حکومتِ وقت نے منظور کیا اور یونیورسٹی کی باقاعدہ داغ بیل ڈالی گئی۔ پروفیسر شمیم جیراجپوری نے 1998 سے 2003 تک پہلے وائس چانسلر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ وہ ایک معتبر اور معزز سائنسداں ہیں جن کی دلچسپی کا میدان نیماٹولاجی ہے۔ انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا جہاں اب وہ پروفیسر ایمریٹس ہیں۔ پروفیسر جیراجپوری کے حصے میں متعدد فوقیتیں اور علمی قدر افزائیاں ہیں۔ ڈی۔ ایس سی کی ڈگری حاصل کرنے والوں میں وہ سب سے کم عمر ہیں جنہیں 28 برس کی عمر میں یہ اعزاز ملا۔ وہ زولوجیکل سروے آف انڈیا کے ڈائرکٹر اور انڈین نیشنل سائنس اکیڈیمی کے نائب صدر کے مناصب پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔ انہیں متعدد قومی و بین الاقوامی انعامات و اعزازات سے نوازا جاچکا ہے اور انہوں نے بے شمار عالمانہ مقالے بھی تحریر کیے ہیں۔ انہیں اس یونیورسٹی کا پہلا وائس چانسلر مقرر کیا گیا تھا اور

اس نوخیز پھلتی پھولتی یونیورسٹی کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے کا سہرا انہیں کے سر ہے۔

یہ صرف فطری امر ہے کہ اس تاریخی موقع پر ایسے باوقار اجتماع میں یونیورسٹی کا مقصد، تصور اور اس کی سرگرمیاں پیش کی جائیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 1998 میں ایک مرکزی یونیورسٹی کی حیثیت سے قائم ہوئی جس کا دائرہ عمل پورا ہندوستان ہے۔ اس کے مقاصد میں اُردو زبان کا فروغ، اُردو ذریعہ تعلیم کے توسط سے اعلیٰ، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم فراہم کرنا اور تعلیمِ نسواں پر خصوصی توجہ مرکوز کرنا شامل ہے۔ یونیورسٹی کو کیمپس اور فاصلاتی دونوں طرز میں کورسوں کے آغاز کے اختیارات حاصل ہیں۔ حکومت آندھرا پردیش نے یونیورسٹی کیمپس کے قیام کے لیے گچی باولی، حیدرآباد کے دلکش علاقے میں 200 ایکڑ زمین فراہم کی ہے۔

یونیورسٹی کے نام اور اس کے مقاصد سے ہی واضح ہے کہ حکومت اُردو کو قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرتی اور اس پر خصوصی توجہ دیتی ہے۔ یہ عوام الناس کی زبان ہے جو سارے ملک میں مفاہمت و رابطے کی زبان کے طور پر بولی جاتی ہے۔ یہ خالص ہندوستانی زبان ہے جس کی جڑیں ہندوی اور ہندوستانی میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جو کبیر کے دوہوں اور امیر خسرو کی شاعری میں جگمگاتی ہے۔ یہ خیال اور جذبے کی زبان ہے جس نے قوموں اور تہذیبوں کے درمیان پُل کا کام کیا ہے۔ یہ ڈرامہ، سنیما، شاعری، سیاست اور روزمرہ کی گفتگو کی زبان ہے۔ آج اُردو معاشرے پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ یہ زیادہ تر معاشی طور پر کمزور اور سماجی

طور پر ناموافق صورت حال سے دوچار افراد کی زبان ہے اور یہ کہ یہ زبان ملک کی تقریباً ہر ریاست میں بولی جاتی ہے اور بڑے پیمانے پر سماجی وثقافتی استعمال اور قبولیتِ عام کا اسے اعزاز حاصل ہے۔تاہم اُردو بولنے والے تنظیمی طور پر سسٹم سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔گزرے ہوئے دنوں میں، اُردو بولنے والے تعلیمی اور سماجی اعتبار سے پیچھے رہ گئے تھے۔اعلیٰ طبقے کی اُردو سے دست برداری سے لے کر متوسط طبقے کی وابستگی میں کمی تک، ان مشاہدات کی وجوہات پیچیدہ اور کئی ہیں، لیکن ایک بنیادی حقیقت اُردو بولنے والے عوام کی پچھلے چند دہوں سے قومی دھارے سے بے ربطی اور دوری ہے۔ایک زبان جو کبھی فنی اور پیشہ ورانہ کورسوں آرٹس، کامرس اور ہیومانٹیز کا ذریعہ تعلیم تھی، اب اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے کے لیے رکاوٹ بن گئی ہے۔اسی لیے اس یونیورسٹی کا بنیادی خیال یہ ہے کہ جدید، اعلیٰ اور فنی تعلیم کو اُردو کے ذریعہ پیش کرتے ہوئے اس خلیج کو پل میں تبدیل کر دیا جائے۔

میں نے 19 مارچ 2004ء کو اس یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا عہدہ سنبھالا اور محسوس کیا کہ فاصلاتی تعلیم کا طریقہ اس یونیورسٹی میں بڑی کامیابیوں سے ہم کنار ہے۔ یونیورسٹی کے سال آغاز 1998ء سے ہی فاصلاتی تعلیم کے کورس پیش کیے گئے۔پہلے 18 اسٹڈی سنٹرس اور 2500 طالب علم تھے جس میں اضافہ ہوا اور آج سارے ہندوستان میں 100 اسٹڈی سنٹرس اور تقریباً 30,000 طالب علم ہیں۔انڈر گریجویٹ ڈگری کورس (بی۔اے، بی۔ایس سی، بی۔کام) ایک ڈپلوما کورس (ٹیچ انگلش) پانچ سرٹی فیکیٹ کورس (اہلیت اُردو انگریزی کے ذریعے، ہندی کے ذریعے، کمپیوٹنگ، غذا اور تغذیہ، فنکشنل

انگریزی) ایک پیشہ ورانہ کورس (بیچلر ان ایجوکیشن ۔ بی ایڈ) اور ایم ۔ اے (اُردو اور تاریخ) فاصلاتی طرز کے ذریعے پیش کیے جارہے ہیں ۔ ڈپلوما ان ایجوکیشن (ڈی ۔ ایڈ) کا کیمپس کورس کے طور پر اہتمام ہے۔

یہاں جوائن کرنے پر میں نے کام کے لیے ترجیحاً تین امور کی نشان دہی کی ۔ پہلا ٹیچنگ فیکلٹی کا تقرر اور کیمپس پر پوسٹ گریجویٹ کورسوں کا آغاز' دوسرا دیگر فاصلاتی طرز کے اداروں سے ادارتی ربط قائم کرنا اور تیسرا بنیادی ڈھانچے میں اضافہ کرنا ۔ میں کسی قدر تسکین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے رجوع ہونے کے ایک ہی سال میں میرے ترجیحی امور میں بہتر نتائج حاصل کرنے میں مجھے قادر مطلق' حکومت' یونیورسٹی گرانٹس کمیشن' اور میرے یونیورسٹی کے رفیق کار سب کی مدد حاصل رہی۔

میں یہ مانتا ہوں کہ کسی بھی یونیورسٹی کو بنیادی طاقت اس کے اکیڈمک اور فزیکل ذرائع سے حاصل ہوتی ہے ۔ اُردو یونیورسٹی کی عمر چھ سال تھی جب میں نے دوسرے وائس چانسلر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا' اُس وقت ان دونوں ذرائع کی شکلیں خام تھیں جنھیں پکی شکل دینا تھا ۔ میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے ایک تجویز اور ویژن کے ساتھ رجوع ہوا' اور میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ ان معاملات پر میری تشویش کو انھوں نے سمجھا' اس میں شریک ہوئے اور 30 سوخت شدہ فیکلٹی عہدوں کی تجدید کی اور کیمپس عمارتوں کے پہلے مرحلے کو منظوری دی ۔ تقررات عمل میں آچکے ہیں اور یونیورسٹی میں اب پانچ پوسٹ گریجویٹ شعبے اور کورسوں کا اہتمام ہے ۔ یعنی ماسٹر ان کمیونی کیشن اینڈ جرنلزم' ماسٹر ان

انگلش، ماسٹر ان اُردو، ماسٹر ان بزنس ایڈمنسٹریشن اور بیچلر آف ایجوکیشن۔ یونیورسٹی کے بنیادی مقاصد میں شامل خواتین کی تعلیم پر توجہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ویمنس اسٹڈیز کا ایک سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔

ادارہ جاتی ربط قائم کرنے کے موضوع پر آتے ہوئے آپ کو بتاؤں گا کہ ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونیورسٹی حیدر آباد سے مختلف انڈر گریجویٹ کورسوں اور سرٹی فیکیٹ کورس مستعار لینے اور ترجمہ کرنے کے سلسلے میں قرارداد مفاہمت (MoU) پر پہلے ہی یونیورسٹی دستخط کر چکی تھی۔ اب آگے بڑھتے ہوئے اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی، نئی دہلی کے ساتھ قرارداد تعاون میں ایک منفرد انداز سے شریک ہوتے ہوئے دونوں یونیورسٹیوں نے فیصلہ کیا ہے کہ فاصلاتی تعلیم کے فزیکل ذرائع میں دونوں شریک کار ہوں گے اور اگنو نے اپنے تقریباً ایک سو پروگرام اُردو یونیورسٹی کو مستعار دیے اور ترجمہ کرنے کے لیے پیش کیے ہیں۔ اس طرح کے کورسوں میں اُردو یونیورسٹی اور اگنو کی ڈگری مشترکہ طور پر دی جائے گی۔ اب یونیورسٹی نے بیچلر آف ایجوکیشن (بی۔ ایڈ) پروگرام کو اُردو میں منتقل کرنے اور فاصلاتی تعلیم کے تحت ملک میں پھیلے دس پروگرام سنٹروں پر اس کے انصرام کے ذریعے اس فیصلے کی شروعات کی ہے۔ یہ ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا منفرد کام ہے، اُردو میڈیم میں قابل اور معیاری اُردو اساتذہ تیار کرنے پر اس کے دوررس اثرات پڑیں گے۔

مالی مسئلہ پر غور کرتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ یونیورسٹی کے مقاصد کی تکمیل اور فروغ کے لیے اسکالرشپس بہت اہم حصہ ادا کریں گی۔ اس سلسلے میں ڈھارس بندھانے

والی بات یہ ہے کہ سفیر مدن جیت سنگھ کی دلچسپی کے نتیجہ میں ساوتھ انڈیا فاونڈیشن (SAF) نے فاصلاتی تعلیم میں پوسٹ گریجویٹ کورس کے 300 طلبا کو سالانہ -/4500 روپے فی طالب علم کی خطیر رقم دینا طے کیا ہے۔ SAF نے کیمپس پر جاری ایک پیشہ ورانہ کورس ماسٹرس آف کمیونی کیشن اور جرنلزم کے لیے بھی یہ سہولت فراہم کی ہے۔

سماجی ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرا یہ خیال ہے کہ یونیورسٹی کا بنیادی مقصد اس امر میں پوشیدہ ہے کہ اُردو بولنے والے عوام کو علمی اور مالی اعتبار سے صاحب اختیار بنایا جائے۔ یونیورسٹی کے ویژن کی تشکیل میں یہ ایک سنگ بنیاد ہوگا۔ اس لحاظ سے سماجی ترقی اور عطائے اختیارات کے کاموں میں یہ مستعدی کے ساتھ مصروف رکھے گا۔ یونیورسٹی کا ایکٹ اس ویژن کی حقیقت واضح کرنے میں کافی وسعت رکھتا ہے جب کہ اس میں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے اہتمام کو مقاصد کا ایک اہم جزو بنایا گیا ہے۔ یونیورسٹی ملک کے مختلف حصوں میں سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ان کے سٹیلائٹ کیمپس استعمال کرتے ہوئے فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا انتظام کرنے کی حکمت عملی پر غور کر رہی ہے۔

تعلیم کی فراہمی اور مینجمنٹ میں نئی تکنالوجی کے فلسفے کے اطلاق کو ذہن میں رکھتے ہوئے یونیورسٹی نے EDUSAT کی Programme Implementation Committee سے گفتگو کا آغاز کیا ہے تاکہ نو آغاز EDUSAT چینل پر پروگرام نشر کیے جاسکیں۔ وزارت اطلاعات ونشریات سے بھی مجوزہ دوردرشن اُردو چینل پر وقت کے تعین کے لیے بات کی جارہی ہے۔ ان کے علاوہ اُردو یونیورسٹی کا ملٹی میڈیا سنٹر بھی

زیر تعمیر ہے۔

یونیورسٹی کی یہ تمام سرگرمیاں حکومت کے مختلف اداروں کے تعاون اور آج موجود تمام معزز مہمانوں کی دلچسپی اور سرپرستی کے نتیجہ میں ممکن ہوسکیں۔ یہ کہنا بھی بے جانہ ہوگا کہ یہ سب ہماری یونیورسٹی کے ساتھیوں اور اسٹاف کی انتھک محنت اور تعاون سے ہی ممکن ہوسکا ہے۔ ہمارے سب سے بڑے فریق اس یونیورسٹی کے طلبا ہیں اس لیے کہ یونیورسٹی کے قومی مشن اور مقاصد کی تکمیل میں اس کی عظیم اور باوقار کوششوں کو یہی آگے لے جائیں گے۔

میں آپ سب کا، قیمتی وقت اور توجہ کے لیے' اور اس تاریخی اور پرمسرت موقع پر ہمارے ساتھ موجود رہنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ooo